

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اُبَشِرُوا يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِنَصْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَوْنِهِ۔

اے مومنوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے ساتھ خوش ہو جاؤ۔۔۔

مجھے یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا جب میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں گا اور اس کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور کسریٰ اور قیصر ضرور ہلاک ہو جائیں گے اور ان کے مال اللہ کے راستے میں خرچ کیے جائیں گے

بعض اوقات ہمارے نوجوان بھی غیروں کی باتیں سن کے سوال کر دیتے ہیں کہ بنو قریظہ پہ اس وقت کیوں یہ ظلم کیا گیا؟ انہوں نے معاہدہ توڑا تھا اس لیے ان کو اس کی سزا دی گئی تھی۔ کوئی ظلم نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان پر ہوا

غزوہٴ احزاب کے دوران کھانے میں برکت کے واقعات، خندق کی کھدائی کے دوران منافقوں اور مومنوں کی حالت، آنحضرت ﷺ کی لڑائی کی تیاری، مسلمانوں کی تعداد، مشرکین کے مدینہ پہنچنے اور اس کے بعد کے حالات نیز بنو قریظہ کی غداری کا بیان

آج سے خدام الاحمدیہ کا اجتماع بھی شروع ہو رہا ہے۔۔۔ ان دنوں میں خدام روحانی اور علمی معیاروں کو بڑھانے کی بھی کوشش کریں۔ جن دعاؤں اور درود کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی اور اس کی تحریک کی تھی، ان دنوں میں اس طرف بھی خاص توجہ رکھیں اور ہمیشہ دہراتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شیطانی حملے سے ہر ایک کو بچائے

مکرم حبیب الرحمن زیروی صاحب ربوہ، ڈاکٹر سید ریاض الحسن صاحب، مکرم پروفیسر عبدالجلیل صادق صاحب ربوہ اور مکرم ماسٹر منیر احمد صاحب جھنگ کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
بنصرہ العزیز فرمودہ 20 ستمبر 2024ء بمطابق 20 ربیع الثانی 1403 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۗ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

جنگ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے ذکر ہو رہا تھا۔

میں نے گذشتہ خطبہ میں کھانے میں برکت کا معجزہ بیان کیا تھا۔ اسی طرح کا

کھجوروں میں برکت کا بھی واقعہ ملتا ہے۔

لکھا ہے کہ تھوڑی سی کھجوریں جو تمام خندق کھودنے والوں نے کھائیں۔ اس کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ غزوہ خندق کے موقع کی ایک روایت ہے۔ حضرت بشیر بن سعدؓ کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے میرے کپڑوں میں تھوڑی سی کھجوریں دے کر کہا کہ بیٹی! یہ اپنے باپ اور ماموں کو دے آؤ اور کہنا یہ تمہارا صبح کا کھانا ہے۔ وہ کہتی ہیں میں ان کھجوروں کو لے کر چلی اور اپنے والد اور ماموں کو ڈھونڈتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکی! یہ تیرے پاس کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کھجوریں ہیں۔ میری ماں نے میرے والد بشیر بن سعد اور میرے ماموں عبد اللہ بن رواحہ کے لیے بھیجی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لاؤ مجھے دے دو۔ میں نے وہ کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں رکھ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو ایک کپڑے پر ڈال دیا اور پھر ان کو ایک اور کپڑے سے ڈھانپ دیا اور ایک شخص سے فرمایا کہ لوگوں کو کھانے کے لیے بلا لو۔ چنانچہ تمام خندق کھودنے والے جمع ہو گئے اور ان کھجوروں کو کھانے لگے اور وہ کھجوریں زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ جب سب کھا چکے تو کھجوریں کپڑے کے کنارے سے نیچے گر رہی تھیں۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 623-624 دارالکتب العلمیہ بیروت)

کھانے میں برکت کے مزید واقعات بھی ہیں۔

عُبَیْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَرْدَةَ روایت کرتے ہیں کہ اُمّ عامر اَشْهَلِيَّة نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن بھیجا جس میں حسیں تھا۔ حیسں ایسا کھانا ہے جو کھجور، گھی اور پنیر سے بنایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے اپنی ضرورت کے مطابق اس سے کھایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس برتن کو لے کر باہر تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے کھانے کے لیے بلایا تو اہل خندق نے اس کو کھایا یہاں تک کہ اس سے سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے کی طرح تھا جیسے کچھ بھی نہ کم ہوا ہو۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 370 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(لغات الحدیث جلد 1 صفحہ 542)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سالک کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے کہ جہاں وہ خدا کا اس قدر قرب حاصل کر لیتا ہے کہ جیسے آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے ایسے چھپا لیتی ہے کہ ظاہر نظر میں بجز آگ کے کچھ نظر نہیں آتا اور جس کو

لقا کا مرتبہ

کہا جاتا ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ سالک کی اور جن کو لقا ملتا ہے ان کی تعریف بیان کرتے ہیں پھر آپ فرماتے ہیں کہ ”اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سید و مولیٰ سید المرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراپائی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مد ہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب“ یعنی کڑوا تمکین پانی کے ”کنوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر“ یعنی زخمیوں پر ”اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کیے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الہی مخلوط تھی۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 65-66)

خندق کی کھدائی کے دوران منافقوں اور مومنوں کی حالت

کا بیان بھی ہوا ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ کئی منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے کام میں شرکت سے سستی کی اور وہ تھوڑا سا کام کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے بغیر اور اجازت لیے بغیر گھر کھسک جاتے اور مسلمانوں میں سے کسی کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے اور جانے کی اجازت طلب کرتے۔ یہ مومنوں کی حالت تھی۔

منافقین بغیر پوچھے چلے جاتے تھے۔ مومن پوچھ کے جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین

کو اجازت دیتے تھے۔ اور وہ جیسے ہی حاجت پوری کر لیتے تو واپس آجاتے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 370 دارالکتب العلمیہ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کی تیاری کی مزید تفصیل

بھی بیان ہوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ روایات کے مطابق ابوسفیان کے لشکر کی آمد سے تین دن قبل خندق تیار ہو چکی تھی۔ اب منصوبے کے مطابق خندق میں کام کرنے والے بچوں اور نوجوانوں کو بھی ان قلعوں کی طرف بھیج دیا گیا جہاں عورتوں کو حفاظت کی غرض سے منتقل کیا گیا تھا۔ البتہ جن کی عمر پندرہ سال تھی ان کو اجازت دی گئی کہ چاہیں تو یہاں رہیں چاہیں تو واپس قلعوں میں چلے جائیں۔ ایسے جن نوجوانوں کو جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دی گئی ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت براء بن عازبؓ شامل تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 371 دارالکتب العلمیہ بیروت)
(غزوہ احزاب از باشمیل صفحہ 175 نفیس اکیڈمی کراچی)
(ویکیپیڈیا، غزوہ خندق)

ابن ہشام کے قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر اپنا نائب ابن اُمّ مکتومؓ کو بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلع پہاڑ کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ سلع مدینہ کے شمالی جانب ایک پہاڑ ہے جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آجکل مسجد نبوی سے تقریباً پانچ سو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس پہاڑ کو اپنے پیچھے رکھا اور خندق کو سامنے رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر بھی وہاں تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا خیمہ لگایا گیا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ کو اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیا گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 371 دارالکتب العلمیہ بیروت)
(ویکیپیڈیا، سلع پہاڑ)

مسلمانوں کی تعداد

کے بارے میں مؤرخین کافی مختلف روایات بیان کرتے ہیں۔ کسی کے نزدیک یہ تعداد نو سو سے زائد نہیں تھی اور کسی کے نزدیک سات سو تھی۔ کسی کے نزدیک دو ہزار اور کسی کے نزدیک تین ہزار تھی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 371 دارالکتب العلمیہ بیروت)
(غزوہ احزاب از باشمیل صفحہ 178 نفیس اکیڈمی کراچی)
(الصیح من سیرۃ النبی ﷺ الا عظم، صفحہ 297، جلد 10)
(سیرت انسائیکلو پیڈیا صفحہ 300 مطبوعہ دار السلام)

مختلف جگہ مسلمانوں کی مختلف تعداد بیان ہوئی ہے۔ مؤرخین کو اس تعداد کے بیان میں کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ وہ جب اس تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو ایک روایت کو ترجیح دیتے ہوئے باقی روایات کو غلط قرار دیتے ہیں۔ لیکن

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال فراست سے کسی کو بھی غلط کہنے کی بجائے ان تمام روایات کی جو آپس میں ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہیں تطبیق کرتے ہوئے بیان فرماتے

ہیں

کہ ”اس موقع پر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کے بارہ میں مؤرخین میں سخت اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے اس لشکر کی تعداد تین

ہزار لکھی ہے بعض نے بارہ تیرہ سو اور بعض نے سات سو۔ یہ اتنا بڑا اختلاف ہے کہ اس کی تاویل بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے اور مؤرخین اسے حل نہیں کر سکے۔ لیکن

میں نے اس کی حقیقت کو پایا ہے اور وہ یہ کہ تینوں قسم کی روایتیں درست ہیں۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ جنگ اُحد میں منافقین کے واپس آجانے کے بعد مسلمانوں کا لشکر صرف سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ جنگ احزاب اس کے صرف دو سال کے بعد ہوئی ہے اور اس عرصہ میں کوئی بڑا قبیلہ اسلام لا کر مدینہ میں آ کر نہیں بسا۔ پس سات سو آدمیوں کا یکدم تین ہزار ہو جانا قرین قیاس نہیں۔ ”یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ سات سو آدمی جو تھے وہ ایک دم تین ہزار ہو گئے جبکہ باہر سے بھی کوئی نہیں آیا۔“ دوسری طرف یہ امر بھی قرین قیاس نہیں کہ اُحد کے دو سال بعد تک باوجود اسلام کی ترقی کے قابل جنگ مسلمان اتنے ہی رہے جتنے اُحد کے وقت تھے۔“ کچھ نہ کچھ تعداد بڑھی ہوگی۔ ”پس ان دونوں تنقیدوں کے بعد وہ روایت ہی درست معلوم ہوتی ہے کہ لڑنے کے قابل مسلمان جنگ احزاب کے وقت کوئی بارہ سو تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر کسی نے تین ہزار اور کسی نے سات سو کیوں لکھا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو روایتیں الگ الگ حالتوں اور نظریوں کے ماتحت بیان کی گئی ہیں۔ جنگ احزاب کے تین حصے تھے۔ ایک حصہ اس کا وہ تھا جب ابھی دشمن مدینہ کے سامنے نہ آیا تھا اور خندق کھودی جا رہی تھی۔ اس کام میں کم سے کم مٹی ڈھونے کی خدمت بچے بھی کر سکتے تھے اور بعض عورتیں بھی اس کام میں مدد دے سکتی تھیں۔ پس جب تک خندق کھودنے کا کام رہا مسلمان لشکر کی تعداد تین ہزار تھی مگر اس میں بچے بھی شامل تھے اور صحابیہ عورتوں کے جوش کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس تعداد میں کچھ عورتیں بھی شامل ہوں گی جو خندق کھودنے کا کام تو نہیں کرتی ہوں گی مگر اوپر کے کاموں میں حصہ لیتی ہوں گی۔ یہ میرا خیال ہی نہیں ہے۔“ آپ فرماتے ہیں یہ میرا خیال نہیں ہے بلکہ ”تاریخ سے بھی میرے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب خندق کھودنے کا وقت آیا سب لڑکے بھی جمع کر لیے گئے اور تمام مرد خواہ بڑے تھے خواہ بچے خندق کھودنے یا اس میں مدد دینے کا کام کرتے تھے۔ پھر جب دشمن آ گیا اور لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لڑکوں کو جو پندرہ سال سے چھوٹی عمر کے تھے چلے جانے کا حکم دیا اور جو پندرہ سال کے ہو چکے تھے، انہیں اجازت دی کہ خواہ ٹھہریں خواہ چلے جائیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خندق کھودنے کے وقت مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور جنگ کے وقت کم ہو گئی کیونکہ نابالغوں کو واپس چلے جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ پس جن روایتوں میں تین ہزار کا ذکر آیا ہے وہ خندق کھودنے کے وقت کی تعداد بتاتی ہیں جس میں چھوٹے بچے بھی شامل تھے اور جیسا کہ میں نے دوسری جنگوں پر قیاس کر کے نتیجہ نکالا ہے کچھ عورتیں بھی تھیں۔“ کیونکہ باقی جنگوں کی روایات میں ملتا ہے ناں کہ عورتیں شامل ہوتی تھیں ”لیکن بارہ سو کی تعداد اس وقت کی ہے جب جنگ شروع ہو گئی اور صرف بالغ مرد رہ گئے۔

اب رہا یہ سوال کہ تیسری روایت جو سات سو ساپا ہی بتاتی ہے کیا وہ بھی درست ہے؟ ”تین ہزار سے بارہ سو تک تو مان لیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا سات سو والی روایت بھی درست ہے؟“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ابن اسحاق مؤرخ نے بیان کی ہے جو بہت معتبر مؤرخ ہے اور ابن حزم جیسے زبردست عالم نے اس کی بڑے زور سے تصدیق کی ہے۔ پس اس کے بارہ میں بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔“ یہ بھی صحیح ہوگی۔ ”اور اس کی تصدیق اس طرح بھی ہوتی ہے کہ تاریخ کی مزید چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ جب جنگ کے دوران میں بنو قریظہ کفار کے لشکر سے مل گئے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ مدینہ پر اچانک حملہ کر دیں اور

ان کی نیتوں کا راز فاش ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی اس جہت کی حفاظت بھی ضروری سمجھی جس سمت بنو قریظہ تھے اور جو سمت پہلے اس خیال سے بے حفاظت چھوڑ دی گئی تھی کہ بنو قریظہ ہمارے اتحادی ہیں یہ دشمن کو اس طرف سے نہ آنے دیں گے۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بنو قریظہ کے غدر کا حال معلوم ہوا تو۔۔۔ علیحدگی کا حال جب معلوم ہوا، دھوکے کا حال جب معلوم ہوا تو ”چونکہ مستورات بنو قریظہ کے اعتبار پر اس علاقہ میں رکھی گئی تھیں جدھر بنو قریظہ کے قلعے تھے اور وہ بغیر حفاظت تھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ان کی حفاظت ضروری سمجھی اور دو لشکر مسلمانوں کے تیار کر کے عورتوں کے ٹھہرنے کے دونوں حصوں پر مقرر فرمائے۔ منملہ ابن اسلم کو دو صحابہ دے کر ایک جگہ مقرر کیا اور زید بن حارثہ کو تین سو صحابہ دے کر دوسری جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہتے رہا کریں تاکہ معلوم ہوتا رہے کہ عورتیں محفوظ ہیں۔ اس روایت سے ہماری یہ مشکل کہ سات سو سپاہی جنگ خندق میں ابن اسحاق نے کیوں بتائے ہیں حل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بارہ سو سپاہیوں میں سے جب پانچ سو سپاہی عورتوں کی حفاظت کے لیے بھجوا دیئے گئے تو بارہ سو کا لشکر صرف سات سو رہ گیا اور اس طرح جنگ خندق کے سپاہیوں کی تعداد کے متعلق جو شدید اختلاف تاریخوں میں پایا جاتا ہے وہ حل ہو گیا۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 269 تا 271)

مشرکین کے مدینہ پہنچنے اور اس کے بعد کے حالات

کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ ابوسفیان کی قیادت میں قریش مکہ اور دیگر قبائل کی فوج مدینہ پہنچ گئی اور مدینہ کے گردا گرد ڈیرے ڈال دیے۔ اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح بیان کی ہے کہ ”کم و بیش بیس ایام یا ایک روایت کی رو سے چھ شبانہ روز“ صبح شام کی محنت ”کی مسلسل محنت سے یہ طویل خندق تکمیل کو پہنچی۔ اور اس غیر معمولی محنت و مشقت نے صحابہ کو بالکل نڈھال کر دیا۔ مگر ادھر یہ کام اختتام کو پہنچا اور ادھر یہود اور مشرکین عرب کا لاؤ لشکر اپنی تعداد اور طاقت کے نشہ میں مغمور افتق مدینہ میں نمودار ہو گیا۔ سب سے پہلے ابوسفیان نے احد کی پہاڑی کی طرف رخ کیا مگر اس جگہ کو ویران و سنسان پا کر وہ مدینہ کی اس سمت کو بڑھا جو شہر پر حملہ کرنے کے لیے موزوں تھی مگر جس کے سامنے اب خندق کھود دی گئی تھی۔ جب کفار کا لشکر اس جگہ پہنچا تو خندق کو اپنے رستے میں حائل پا کر سب لوگ حیران و پریشان ہو گئے اور اس بات پر مجبور ہوئے کہ خندق کے پار کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیں۔ دوسری طرف لشکر کفار کی آمد آمد کی خبر پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تین ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر شہر سے نکلے اور خندق کے پاس پہنچ کر شہر اور خندق کے درمیان سلع پہاڑی کو اپنے عقب میں رکھتے ہوئے ڈیرے ڈال دیے۔ اور چونکہ خندق زیادہ فراخ نہیں تھی اور بعض حصے یقیناً ایسے تھے کہ مضبوط اور ہوشیار سوار انہیں پھاند کر شہر کی طرف آسکتے تھے۔ اور پھر مدینہ کے وہ اطراف جہاں خندق نہیں تھی اور صرف مکانات اور باغات اور بے ترتیب چٹانوں کی روک تھی ان کی حفاظت بھی ضروری تھی تاکہ دشمن اس طرف سے مکانوں کو نقصان پہنچا کر یا کسی اور حکمت سے تھوڑے تھوڑے آدمیوں کی لائنوں میں ہو کر شہر پر حملہ آور نہ ہو جاوے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو مختلف دستوں میں منقسم کر کے خندق کے مختلف حصوں پر اور مدینہ کی دوسری اطراف میں مناسب جگہوں پر پہرے کی چوکیاں مقرر فرمادیں اور تاکید فرمائی کہ دن ہو یا رات کسی وقت میں یہ پہرہ سست یا غافل نہ ہونے پائے۔ دوسری طرف جب کفار نے یہ دیکھا کہ بوجہ خندق کی روک کے کھلے میدان کی باقاعدہ لڑائی یا شہر پر عام دھاوے کا حملہ ناممکن ہو گئے ہیں تو انہوں نے بھی محاصرہ کے رنگ میں مدینہ کا گھیرا ڈال لیا اور خندق کے کمزور حصوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع تلاش کرنے لگ گئے۔“

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 583-584)

بہر حال

جب دشمن خندق عبور کرنے میں ناکام رہا تو پھر اور چالیں چلنے لگا۔

اس کی تفصیل تاریخ میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ مشرکین نے مدینہ کے چاروں طرف سے محاصرہ تو کر لیا لیکن

باوجود پوری کوشش کے وہ خندق کو کسی بھی جگہ سے نہ عبور کر سکے اور نہ ہی مسلمانوں پر کھل کر

حملہ کر سکے۔ اس لاچارگی اور بے بسی کی کیفیت کو دیکھ کر ابوسفیان اور بنو نضیر کے سردار حُیّی

بن اخطب وغیرہ نے ایک اور سازش کا منصوبہ بنایا کہ مدینہ کے اندر موجود یہودی قبیلہ بنو

قریظہ کو کسی نہ کسی طرح آمادہ کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ

دے اور ہمارے ساتھ مل جائے اور وہ اندر سے مدینہ والوں پر حملہ کر دے۔

چنانچہ اس بھیانک سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حُیّی بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قحظی کے پاس آیا۔

جب کعب نے اس کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ حُیّی نے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی تو کعب نے دروازہ

کھولنے سے انکار کر دیا۔ حُیّی نے آواز دے کر کہا کہ اے کعب! تیرا ناس ہو دروازہ کھول دے۔ کعب نے کہا اے حُیّی! تُو

منحوس آدمی ہے۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر چکا ہوں۔ میں اس وعدے کو نہیں توڑوں گا اور میں نے محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کو ہمیشہ سچا اور معاہدوں کی پاسداری کرنے والا پایا ہے۔ ایک طرف تو یہ بیان دیا لیکن آگے جا کر بدل گیا۔ پھر اس نے کہا

دروازہ کھول۔ میں نے تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ کعب نے کہا اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔ لیکن کچھ تکرار کے بعد آخر کار

کعب نے دروازہ کھول دیا تو حُیّی نے کہا اے کعب! تیرا ناس ہو۔ میں تیرے پاس زمانے کی عزت اور ٹھاٹھیں مارتا سمندر

لایا ہوں۔ میں تیرے پاس قریش کے قائدین اور سرداروں کو لایا ہوں اور اس نے ان تمام قبائل کی تفصیل بتائی جو اپنی فوجوں

کو لے کر مدینہ کے چاروں طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ ہم نے آپس میں پختہ عہد کیا ہوا

ہے کہ اب یہاں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے اور ہم اس میں کامیاب بھی

ہو چکے ہوتے اگر ہمارے راستے میں یہ خندق حائل نہ ہوتی۔ لیکن یہ ساری باتیں سن کر بھی بنو قریظہ کا سردار کعب معاہدہ توڑنے

پر آمادہ نہ ہوا اور اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! تُو میرے پاس زمانے کی ذلت اور ایسا بادل لایا ہے جس میں پانی نہیں ہے۔ وہ صرف

گرج اور چمک دکھاتا ہے اس میں کوئی چیز نہیں ہے۔

اے حُیّی! تیرا ناس ہو۔ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ

زبان کا سچا اور وعدہ وفا کرنے والا پایا ہے۔ بار بار یہی کہہ رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سچے اور وعدہ وفا کرنے والے ہیں۔ وہ نہ تو ہم پر کوئی جبر کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارے دین میں

کسی قسم کی مداخلت کرتے ہیں۔ وہ ہمارا بہترین ہمسایہ ہے۔ لہذا تم واپس چلے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ

ہمارا بھی وہی حشر ہو جو ہم سے پہلے تم لوگوں کا ہوا ہے۔

لیکن حُیبی کعب کو بہلاتا رہا اور پھسلاتا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنے قبیلے اور بنو قینقاع کے دکھوں اور مصیبتوں کا ذکر کیا اور یہ کہ سب تکلیفیں انہی مسلمانوں کی وجہ سے ہمیں مل رہی ہیں۔ یہاں تک کہ

آخر کار وہ کعب کے دل کو نرم کرنے میں کامیاب ہونے لگا اور کعب بھی آخر کار اس کی باتوں میں آ گیا۔

اس کی جو فطرت عہد شکنی تھی وہ غالب آنے لگی اور حُیبی سے کہا کہ اچھا اگر میں تمہاری بات مان لوں لیکن اگر قریش اور غطفان واپس چلے گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل نہ کر سکے تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟ اس پر حُیبی نے کہا کہ تُو پریشان نہ ہو۔ ایسی صورت میں میں تیرے ساتھ تیرے قلعہ میں داخل ہو جاؤں گا اور جو مصیبت تجھ پر آئے گی وہ مجھ پر بھی آئے گی۔

اس ساری گفت و شنید کے بعد آخر کار کعب بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدے کو توڑ دیا۔ اس موقع پر کعب کے ساتھی عَمْرُو بن سَعْدِی نے ان کو وعظ و نصیحت کی اور ان کے برے فعل سے ان کو ڈرایا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پختہ عہد یاد دلایا اور ان کو کہا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرتے تو ان کو اور ان کے دشمنوں کو چھوڑ دو لیکن عہد شکنی کرتے ہوئے مخالف حملہ آوروں کا ساتھ مت دو لیکن اس نے انکار کر دیا۔

اس صورتحال کو دیکھ کر بنو قریظہ میں سے چند افراد جو ان یہودیوں میں سے نیک فطرت تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے اور اسلام بھی لے آئے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کو بنو قریظہ کے عہد توڑنے کی خبر ملی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بھیجا۔ یہ دونوں اپنی قوم کے سردار تھے اور ان دونوں کے ساتھ عبد اللہ بن رواحہؓ اور خوات بن جُبَیرؓ کو بھی بھیجا۔ ایک روایت کے مطابق ساتھ میں اُسَید بن حُضَیرؓ کو بھی بھیجا اور فرمایا کہ تم جاؤ اور جا کر دیکھو کہ اس قوم کے بارے میں جو ہمیں خبر ملی ہے وہ سچی ہے یا نہیں۔ اگر یہ خبر سچی ہو تو سب لوگوں کے سامنے یہ بات نہ بتانا بلکہ اشارے کنائے میں مجھے بتانا میں جان لوں کہ یہ خبر سچی ہے۔ اور اگر وہ معاہدے میں قائم ہوں اور یہ خبر جھوٹی ہو تو علی الاعلان یہ بات سب کے سامنے بتا دینا۔ چنانچہ یہ وفد بنو قریظہ کے پاس گیا۔ وہاں جب کعب اور اس کے ساتھیوں سے بات ہوئی تو ان کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے۔ جب کعب سے کہا گیا کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا ہوا ہے تو اس نے بڑی حقارت سے کہا کہ کون رسول؟ ہمارا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ میں نے اس معاہدے کو ایسے توڑ دیا جیسے جوتے کے تسمے کو توڑ دیا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق اس موقع پر فریقین کی طرف سے سخت کلامی بھی ہوئی۔ بہر حال یہ وفد واپس آیا اور اشارے سے بات کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا تو ایسے اعصاب شکن اور ہوش و حواس کھودینے والے لمحات کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا۔ آپؐ یہ کوئی اثر نہیں ہوا۔ عام آدمی کے تو اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

أَبِشْمًا وَإِيَّامَعَشَمَ الْمُؤْمِنِينَ بِنَصْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَوْنِهِ۔

اے مومنوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے ساتھ خوش ہو جاؤ۔

پھر فرمایا:

مجھے یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا جب میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں گا اور اس کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور کسریٰ اور قیصر ضرور ہلاک ہو جائیں گے اور ان کے مال اللہ کے راستے میں خرچ کیے جائیں گے۔

(سبل الہدی والرشاد جلد 4 صفحہ 373-374 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ نے بنو قریظہ کی غداری کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”ابوسفیان نے یہ چال چلی کہ قبیلہ بنو نضیر کے یہودی رئیس حبیسی بن اخطب کو یہ ہدایت دی کہ وہ رات کی تاریکی کے پردے میں بنو قریظہ کے قلعہ کی طرف جاوے اور ان کے رئیس کعب بن اسد کے ساتھ مل کر بنو قریظہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ حبیسی بن اخطب موقعہ لگا کر کعب کے مکان پر پہنچا۔ شروع شروع میں تو کعب نے اس کی بات سننے سے انکار کیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیشہ اپنے عہد و پیمان کو وفاداری کے ساتھ نبھایا ہے اس لیے میں اس سے غداری نہیں کر سکتا۔ مگر حبیسی نے اسے ایسے سبز باغ دکھائے اور اسلام کی عنقریب تباہی کا ایسا یقین دلایا اور اپنے اس عہد کو کہ جب تک ہم اسلام کو مٹانہ لیں گے مدینہ سے واپس نہیں جائیں گے اس شد و مد سے بیان کیا کہ بالآخر وہ راضی ہو گیا۔ اور اس طرح بنو قریظہ کی طاقت کا وزن بھی اس پلڑے کے وزن میں آ کر شامل ہو گیا جو پہلے سے ہی بہت جھکا ہوا تھا۔“ یعنی ان کافروں کی تعداد تو پہلے ہی بہت زیادہ تھی ان میں ایک اور وزن ان یہودیوں کی عہد شکنی کا پڑ گیا۔ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بنو قریظہ کی اس خطرناک غداری کا علم ہوا تو آپ نے پہلے تو دو تین دفعہ خفیہ خفیہ زبیر بن العوامؓ کو دریافت حالات کے لیے بھیجا۔ اور پھر باضابطہ طور پر قبیلہ اوس و خزرج کے رئیس سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبدہؓ اور بعض دوسرے بااثر صحابہ کو ایک وفد کے طور پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو یہ تاکید فرمائی کہ اگر کوئی تشویشناک خبر ہو تو واپس آ کر اس کا بر ملا اظہار نہ کریں بلکہ اشارہ کنایہ سے کام لیں تاکہ لوگوں میں تشویش نہ پیدا ہو۔ جب یہ لوگ بنو قریظہ کے مساکن میں پہنچے اور ان کے رئیس کعب بن اسد کے پاس گئے تو وہ بد بخت ان کو نہایت مغرورانہ انداز سے ملا اور سعد بنؓ کی طرف سے معاہدہ کا ذکر ہونے پر وہ اور اس کے قبیلہ کے لوگ بگڑ کر بولے کہ ”جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔“ یہ الفاظ سن کر صحابہ کا یہ وفد وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبدہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مناسب طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالات سے اطلاع دی۔“

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ ایم اے صفحہ 584-585)

بعض اوقات ہمارے نوجوان بھی غیروں کی باتیں سن کے سوال کر دیتے ہیں کہ بنو قریظہ پہ اس وقت کیوں یہ ظلم کیا گیا؟ انہوں نے معاہدہ توڑا تھا اس لیے ان کو اس کی سزا دی گئی تھی۔ کوئی ظلم نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان پر ہو۔

بہر حال اس بارے میں مزید تفصیل بھی ہے اور حضرت مصلح موعودؑ نے بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کا بیان انشاء اللہ آئندہ کروں گا۔

آج سے خدام الاحمدیہ کا اجتماع بھی شروع ہو رہا ہے۔

خدام اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ گو کہ موسم کی پیشگوئی یہی ہے کہ شاید بارشیں ہوتی رہیں لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور آرام سے ان کے پروگرام ہو جائیں۔

ان دنوں میں خدام روحانی اور علمی معیاروں کو بڑھانے کی بھی کوشش کریں۔ جن دعاؤں اور درود کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی اور اس کی تحریک کی تھی۔ ان دنوں میں اس طرف بھی خاص توجہ رکھیں اور ہمیشہ دہراتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شیطانی حملے سے ہر ایک کو بچائے۔

کچھ

جنازہ غائب

بھی آج پڑھاؤں گا۔ ان کا ذکر کر دوں۔

پہلا ذکر ہے

مکرم حبیب الرحمن زیروی صاحب ربوہ

کا جو گذشتہ دنوں تہتر (73) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موسیٰ تھے اور واقف زندگی تھے۔ ان کے والد کا نام صوفی خدا بخش زیروی تھا۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد صوفی خدا بخش زیروی صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1928ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حبیب الرحمن زیروی صاحب نے ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی سے لائبریری سائنس میں ایم ایس سی کی۔ 1981ء میں انہوں نے زندگی وقف کی اور ان کا وقف منظور ہوا۔ پھر 1981ء میں اسسٹنٹ لائبریرین کے طور پر ان کا تقرر ہوا۔ تین چار سال انچارج خلافت لائبریری کے طور پر بھی ان کو خدمت کی توفیق ملی ہے۔ پھر ان کا تقرر نظارت اشاعت میں ہوا۔ پھر طاہر فاؤنڈیشن میں ان کا تقرر ہوا اور اس وقت آپ بطور نائب ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ خدام الاحمدیہ میں بھی مہتمم کے طور پر مختلف خدمات کا ان کو موقع ملا۔ انصار اللہ میں بھی مرکزی قائد کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ انہوں نے بڑی محنت سے حضرت مصلح موعودؑ کی بیان فرمودہ سیرت حضرت مسیح موعودؑ کو مختلف کتابوں سے یکجا کر کے ایک کتاب بھی مرتب کی جو ”تذکار مہدی“ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مسودات پر یہ کام کر رہے تھے جن میں سے کچھ مختلف مراحل میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹے اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ خلافت کے ساتھ ان کا بڑا تعلق تھا۔ بڑے خاموش طبع اور اپنے کام سے کام رکھنے والے تھے۔ ان کے سپرد جو بھی خدمت کی جاتی اسے اچھی طرح نبھاتے۔ ہمیشہ وقف کا حق ادا کیا اور جنون سے کام کیا۔ بڑے ملنسار، خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی نیکیوں پر قائم ہونے کی توفیق دے۔

دوسرا ذکر

ڈاکٹر سید ریاض الحسن صاحب

کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ بریگیڈیئر ڈاکٹر ضیاء الحسن صاحب کے یہ بیٹے تھے۔ انہوں نے زندگی وقف کی اور ڈاکٹر کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ چھوٹی عمر سے ہی یہ جماعت کی خدمت کر رہے تھے۔ مجلس نصرت جہاں کے تحت تقریباً بیس سال سے زائد عرصہ یوگنڈا، کینیا، گیمبیا اور پاکستان میں بھرپور خدمت کی ان کو توفیق ملی۔ کینیا میں کئی سالوں کی خدمت کے بعد انہوں نے سپیشلائزیشن اور جنرل سرجن کی ٹریننگ کے لیے اجازت مانگی اور وہاں سے پاکستان چلے گئے اور کئی میڈیکل ڈپلومے اور سرٹیفکیٹ حاصل کیے۔ انہیں میڈیکل یونیورسٹی میں ڈاکٹروں کو انالومی پڑھانے کی بھی توفیق ملی۔ اچھے لائق ڈاکٹر تھے۔ گیمبیا کے مقامی طلبہ کی مالی مدد کرتے۔ ان کی تعلیم کو سپانسر کرتے۔ کام ڈھونڈنے میں ان کی مدد کرتے۔ غرباء اور ضرورتمند احباب کی مالی امداد کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ ان کی بہت بڑی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ بہت دعا گو اور تہجد گزار تھے۔ جوانی سے ہی تہجد کی ان کو عادت تھی۔ آپ کے جاننے والے لکھتے ہیں کہ انتہائی ملنسار، مریضوں سے سچی شفقت اور ہمدردی اور محبت کرنے والے تھے۔ محنتی، پرجوش، متوکل علی اللہ انسان تھے۔ دعا گو اور شفقت علی الناس کا پیکر تھے۔ آپ کی شخصیت میں کس نفسی، عاجزی اور خدمت کا بے پناہ جذبہ تھا۔ بہت خوش اخلاق تھے۔ واقف زندگی کا بہت احترام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

تیسرا ذکر

مکرم پروفیسر عبدالجلیل صادق صاحب ربوہ

کا ہے جن کی گذشتہ دنوں اسی (80) سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ قریشی عبدالغنی صاحب ربوہ کے یہ بیٹے تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت میاں قطب الدین صاحب آف گو لیکٹی ضلع گجرات اور نانا حضرت مولوی محمد عثمان صاحب امیر جماعت ڈیرہ غازی خان کے ذریعہ ہوا۔ جلیل صادق صاحب نے پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کیا۔ پھر 1964ء میں تعلیم الاسلام کالج میں استاد مقرر ہوئے۔ پھر 66ء میں انہوں نے ایم اے انگریزی کیا اور پھر ان کا تعلیم الاسلام کالج کے شعبہ انگریزی میں باقاعدہ تقرر ہو گیا۔ مسلسل انتالیس سال تک باقاعدہ تدریس میں خدمت بجالاتے رہے۔

میں بھی کالج میں ان کا شاگرد رہا ہوں۔ بڑے خاموش طبع اور بڑے پیار سے پڑھانے والے استاد تھے۔ شاگردوں سے بڑا اچھا تعلق رکھنے والے، شاگردوں کی عزت کرنے والے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد 2003ء میں انہوں نے زندگی وقف کر دی اور ان کا تقرر صدر، صدر انجمن احمدیہ کے شعبہ ترتیب و ریکارڈ کے انچارج کے طور پر ہوا جہاں وہ نائب ناظر تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں مختلف جگہوں پر بطور مہتمم ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ یہ صدر مجلس صحت پاکستان بھی تھے۔ پھر 1983ء سے یہ مرکزی قضاء میں پاکستان میں قاضی بھی تھے۔ اپنے محلے کی صدارت کی بھی ان کو توفیق ملی۔ دو بیٹیاں اور ایک ان کا بیٹا ہے۔ ان کے بارے میں لکھنے والے کہتے ہیں اور بڑا صحیح کہتے ہیں کہ بڑے نفیس طبع، درویش صفت انسان تھے۔ آپ اکثر خاموش رہنا پسند کرتے لیکن جب بولتے تو ہمیشہ سوچ سمجھ کر اور ناپ تول کر اور جانچ کر بولتے تھے۔ کردار کے صاف ستھرے اور بردبار۔ کسی کے کام میں بے جا مداخلت نہ کرتے۔ جہاں ضرورت ہوتی

اچھا مشورہ ضرور دیتے۔ نیک کاموں کی حوصلہ افزائی کرتے۔ کبھی کسی سے تکلیف پہنچتی تو شکوہ نہ کرتے۔ بڑے صابر، شاکر اور قانع شخصیت کے مالک تھے۔ ضرورت مند احباب کی خاموشی اور پوشیدہ ہاتھ سے مستقل مالی امداد کرتے تھے۔ خلافت سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ یہ باقاعدہ خط لکھتے تھے۔ ان کے اپنے گھریلو تعلقات بھی بڑے خوشگوار تھے۔ گھر میں بیوی سے بھی اور والدین کی بھی خدمت کرنے والے، ان کا حق ادا کرنے والے تھے بلکہ ان کے بھائی لکھتے ہیں کہ بھائی بہنوں کا بھی بہت خیال رکھتے اور بڑا فرض سمجھ کر ان کی خدمت کرتے۔

اگلا ذکر

مکرم ماسٹر منیر احمد صاحب جھنگ

کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں بیاسی (82) سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے والد میاں غلام محمد صاحب نے 1930ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تھی۔ ماسٹر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ میں ان کو چالیس سال خدمت کا موقع ملا۔ قائد ضلع رہے۔ جھنگ کے ناظم ضلع رہے۔ پھر چنیوٹ ضلع بنا تو وہاں کے بھی یہ ناظم رہے۔ بڑے مخلص اور فدائی خادم سلسلہ تھے اور نافع الناس وجود تھے۔ بطور پرائمری سکول ٹیچر جھنگ میں ملازمت کی اور ہزاروں شاگردان کے ہیں جو ان کی بڑی عزت اور احترام کرتے ہیں۔ لوگوں کے بڑے کام آتے رہتے تھے۔ سرکاری دفتروں میں جانے کے لیے یہ لوگوں کے خاص طور پر احمدیوں کے کام کرتے اور نہ صرف کام میں ان کی معاونت کرتے بلکہ اپنے گھر لاکر ان کی مہمان نوازی بھی کرتے۔ تعلقات عامہ کا دائرہ بہت وسیع تھا اور ان تمام تعلقات کو جماعت اور احباب جماعت کی خدمت کے لیے استعمال کرتے تھے، یہ نہیں کہ ذاتی فائدہ اٹھایا۔ اسیران خواہ وہ جماعتی اسیران ہوں یا غیر جماعتی ان کی بہبود اور خدمت کے لیے کمر بستہ رہتے۔ جیل خانوں کے اہلکاروں سے آپ کے ذاتی مراسم تھے جن سے آپ جماعتی اسیران کی بہبود کا کام لیتے۔ جیلوں میں سہولتیں فراہم کرنے کے حوالے سے آپ کے وسیع روابط تھے۔ جب ہم، میں اور میرے ساتھی جیل میں تھے تو اس عرصہ میں ہماری بھی بڑی خدمت کی ہے۔ اور جیلر سے ذاتی تعلقات کی وجہ سے بعض بڑی سہولتیں بھی ہمیں مہیا کر دیں جو عام قیدیوں کو مہیا نہیں ہوتیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نہیں ہے کہ انہوں نے کسی خاص آدمی کی خدمت کرنی ہے۔ چاہے وہ غریب احمدی ہے یا امیر ہے ہر ایک کی خدمت کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے اور عمومی طور پر بھی قیدیوں کی بہبود کے لیے کام کیا کرتے تھے۔

قادیان کے ساتھ بھی آپ کو بہت محبت تھی۔ تقریباً ہر سال آپ قادیان جاتے اور وہاں ڈیوٹیوں میں بھی شامل ہوتے۔ مرکزی نمائندگان جب ان کے ضلع میں دورے پر جاتے تو وہاں بھی ان کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے۔ ان پر پمفلٹ تقسیم کرنے کا ایک مقدمہ بھی 1988ء میں قائم ہوا تھا لیکن بہر حال بعد میں وہ خارج ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔

(الفضل انٹرنیشنل ۱۱ اکتوبر ۲۰۲۳ء صفحہ ۶۳۲)

☆☆☆